دیوانِ درد، خواجہ میر درد دہلوی، مرتبہ خلیل الرحمٰن داودی

(ایک تنقیدی جائزہ)

ڈاکٹر عابدہ بتول

Abstract:

Khaja Mir Dard is a famous Sufi poet of eighteen century. His message is universal and free from time and space. His poetry is having an appeal for all times and all places of the world. A well- known Urdu researcher, Khalil-Ur-Rehman Daudi, compiled his poetry which is published by a very important publisher regarding publication of Classical Urdu literature, Majlis- e- Taraqqi –e –Urdu, Lahore.

In this brief Urdu article, the merits and different research aspects of that particular compilation have been discussed and analyzed.

تحقیق اور تدوین کا فن بظاہر الگ سہی مگر ایک دوسرے سے ہم آہنگ ضرور ہے کیونکہ تدوین کافن، تحقیق کے فن کی طرح ابھی عام نہیں ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ بعض محققین تحقیق اور تدوین کو الگ الگ کام سمجھتے ہیں اور بعض کے نزدیک تدوین کی حیثیت تحقیق سے کم ہے اور اس کو اہم کام تصور نہیں کرتے۔ حالانکہ ش۔اختر کے مطابق:

> "تدوین کا کام بڑے جان جوکھم کا کام ہے۔ اس کے لیے بڑے صبر ریاضت، وسیع مطالعہ اور خضوع و خشوع کی ضرورت ہے۔"(۱)

تحقیق و تدوین میں فرق کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ تدوین کے مسائل پر تحقیق کی نسبت اتنا کام نہیں ہوا جس کی وجہ سے تدوین کے اصول و ضوابط کو مستقل موضوع کی حیثیت زیادہ نہ مل سکی۔ اسی وجہ سے مدون پر عائد ذمہ داریوں کا ٹھیک سے اندازہ لگانا مشکل ہو گیا اور تدوین کو نسبتاً آسان کام سمجھا جانے لگا۔ حالانکہ مدون پر لازم ہے کہ تحقیق کے تمام اصول و ضوابط سے پوری طرح آگاہ ہو کیونکہ تحقیق و تدوین کے اپنے اپنے الگ مسائل و مطالبات ہیں مگر ان کی پرتیں آپس میں ملتی دکھائی دیتی ہیں۔ رشید حسن خاں مدون کی ذمہ داریاں کچھ یوں گنواتے ہیں:

> "تدوین کا کام کرنے والے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس کو آدابِ تحقیق سے بھی اُسی قدر واقفیت ہو اور لگاؤ بھی ہو۔ اس کے بغیر تدوین کے تقاضوں کو پورا نہیں کیا جا سکتا۔ حواشی، مقدمہ، متن کا زمانہ تصنیف، مصنف اور اس کے عہد سے متعلق ضروری معلومات، داخلی شواہد کا تعین اور ایسی بہت سی متعلقہ باتیں ہوں گی جن سے ایسا کوئی شخص عہدہ برآ نہیں ہو سکتا جو تحقیق سے کماحقہ آشنا نہ ہو اور طبعاً اس سے مناسبت نہ رکھتا ہو جو شخص تحقیقی مزاج نہیں رکھتا، وہ تدوین کا کام بھی انجام نہیں دے سکتا۔" (۲)

مدون کو تدوین کرتے وقت تحقیق کے تمام اصول و ضوابط پر عمل پیرا ہونا از حد ضروری ہے ورنہ تدوین برائے تحقیق کا اصل حق ادا نہیں ہو سکتا۔ مدون کو محقق کی طرح اس دور کی زبان اور تاریخ سے بھی آگاہی ضروری ہے۔ مدون پر یہ بھی لازم ہے کہ جو زبان اس دور میں استعمال ہوئی تھی جس میں وہ نسخہ یا مخطوطہ لکھا گیا اسے تبدیل نہ کرے بلکہ اُسی زبان میں

اسے پیش کرے اور پاورقی حواشی میں اس کی نشاندہی کرے۔ بہت سے مدونین اس بات پر عمل پیرا ہوتے بھی ہیں جس کی وجہ سے انھیں صف اول کے مدونین میں شمار کیا جاتا ہے۔ مگر بہت سے مدونین ان تمام اصول و ضوابط کا خیال نہیں رکھتے جس وجہ سے ان کے کام میں ابہام پایا جاتا ہے۔

اُردو تحقیق میں سب سے پہلا اور بنیادی مسئلہ متن اور تصحیح متن کا ہے۔ قدیم متون کی تحقیق و تدوین کا شمار ادی تحقیق کے اہم ترین دائرہ کار میں ہوتا ہے جو کسی روایت یا روایتوں کی محض جمع آوری و ترتیب دہی کے کام سے بہت مختلف ہے۔ محمد حسین آزاد نے "آب حیات" لکھ کر اردو تحقیق و تدوین کی بنیاد ڈالی۔ قطع نظر اس کے کہ ان کی اس تحقیقی کاوش کو تنقید کا بھی سامنا کرنا پڑا مگر اس کے باوجود اس کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ تدوین کے جن اصول و ضوابط کی روشنی میں محمد حسین آزاد کو تنقید کا نشانہ بنایا گیا وہ اُس دور میں وضع نہیں کیے گئے تھے۔

یوں تو اُردو میں تدوین کا آغاز سرسید کی "آثارالصنادید" کو سمجھا جاتا ہے اور اس کے بعد گارساں دتاسی نے دیوانِ ولی نسخہ پیرس مدون کیا۔ مختلف اداروں کے تحت بھی بہت سا کلام مدون ہوتا رہا۔ جدید اردو تحقیق میں حافظ محمود شیرانی کا مدون کردہ "مجموعہ نغز" سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ ہر بدلتے دور میں تحقیق و تدوین کے اصول و ضوابط بدلتے رہے۔ اورئینٹل کالج لاہور میں جدید تحقیق و تدوین کا باقاعدہ آغاز ہوا تو اس سے پہلے مرتب و مدون کیا گیا کام معیارات کی کسوٹی پر پرکھا جانے لگا۔ مثلاً ایک اصول یہ بنا دیا گیا کہ جس بھی نسخہ کی تدوین کی جائے، مدون کو اس دور کی تاریخ، زبان اور اِملا سے بخوبی واقف ہونا چاہیے۔ عام طور پر ابتدائی پیش لفظ یا مقدمہ میں مصنف کا تفصیلی تعارف پیش کیا جاتا تھا۔ مگر جدید تحقیق میں یہ اصول بنایا گیا ہے کہ جو شاعر یا مصنف بہت زیادہ معروف ہوں اُس کا تفصیلی تعارف دینے کی ضرورت نہیں۔ صرف ان حضرات کا تفصیلی تعارف دیا جائے جو قاری کی معلومات میں اضافہ کا باعث ہے۔ مقدمہ لکھتے وقت اس بات کا بطور خاص خیال رکھنا چاہیے کہ کون سی اہم معلومات فراہم کرنے کی ضرورت ہے۔ تحقیق اصل چیز ہے اور تدوین اس کی دوسری منزل ہے۔ رشید حسن خان کے مطابق:

> "اب تک اس بات کو بھی عام طور پر تسلیم کیا جاتا ہے کہ جب تک قدیم متنوں کو، اصول تدوین کی مکمل پابندی کے ساتھ، مرتب نہیں کیا جائے گا اس وقت تک نہ تو تحقیق کی بہت سی گتھیاں سلجھیں گی اور نہ زبان و ادب کے ارتقاء کا بالکل صحیح سلسلہ سامنے آ سکے گا۔"(۳)

اصولِ تحقیق و تدوین اپنی جگہ ایک الگ موضوع کی حیثیت سے تحقیق طلب ہیں۔ لہٰذا اپنے اصل موضوع دیوان درد، مرتبہ خلیل الرحمن داؤدی کا جائزہ سابقہ تمام اصول و ضوابط کی روشنی میں پیش کرنے کی بھرپور کوشش کی جائے گی۔

خلیل الرحمن داؤدی نے متون کی تصحیح و ترتیب میں بڑی قابل قدر خدمات انجام دی ہیں۔ دیوان درد کے علاوہ انھوں نے بہار دانش (مرزا جان طپش)، کلیات انشاء، اردو کی منظوم داستانیں، سروشِ سخن (فخرالدین حسین سخن)، نورتن (محمد بخش مہجور)، قصہ اگرگل، مجموعہ نثر غالب کی تصحیح و تدوین کا کام مجلس ترقی ادب لاہور کے زیرسایہ مکمل کیا اور بطور مدون نمایاں کامیابی حاصل کیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ دیوان درد کا جائزہ لیتے ہوئے خلیل الرحمن داؤدی نے کن اصول و ضوابط کی پاسداری کی اور کن سے انحراف کیا۔ زیرمطالعہ دیوان درد، مرتبہ خلیل الرحمن داؤدی طبع دوم، مئی۸۸۹۱ء ہے جسے مجلس ترقی ادب لاہور نے شائع کیا۔ اس دیوان کا مطالعہ

کرنے سے جو بات سامنے آئی اس میں سب سے پہلے تو یہ کہ خلیل الرحمن نے اس دیوان کے مقدمہ میں خواجہ میردرد کے حالاتِ زندگی کا نہایت مفصل ذکر کیا ہے۔ اس کی ضرورت یہاں اتنی زیادہ نہیں بنتی تھی کیونکہ خواجہ میر درد ایک نہایت معروف شخصیت ہیں اور ان کے بارے میں معلومات، تاریخ اور دیگر تنقیدی و تحقیقی کتب میں بآسانی دستیاب ہیں۔ اگر ان کا مفصل ذکر یہاں نہ بھی کیا جاتا تو دیوان کی تدوین متاثر نہ ہوتی۔ تقریباً سو سے زیادہ ابتدائی صفحات میں جو تفصیل دی گئی ہے وہ سابقہ بیان کردہ تحقیقی اصولوں کی روشنی میں اتنی اہم نہیں ہے۔ اس کے بعد انھوں نے خواجہ میر درد کا جو قدیم ترین مطبوعہ نسخہ تدوین کی غرض سے استعمال کیا خلیل الرحمن داؤدی کے بقول وہ ۱۸۵۵ء ہے مگر دیگر مدونین کی تحقیق کے مطابق مزید نسخوں کی نشاندہی بھی کی گئی ہے۔ مقدمہ کے اختتام میں مدون نے خواجہ میردرد کے کلام پر مقدمہ کی طوالت کو خود بھی محسوس کیا مگر اس کا جواز وہ کچھ یوں پیش کرتے ہیں:

> "خواجہ میر درد کے کلام پر مقدمہ لکھتے وقت میں نے قدرے شرح و بسط سے کام لیا ہے۔ بات دراصل یہ ہے کہ میر درد کا کلام سمجھنے کے لیے تمام محرکات اور عوامل کو نظرانداز نہیں کیا جا سکتا جن سے ان کی شاعری متاثر ہوئی۔"(۴)

مدون کی یہ بات اپنی جگہ درست سہی مگر پھر بھی یہی کہا جائے گا کہ خواجہ میر درد کی شاعری پر ان کے حالات، محرکات اور عوامل کا اثر ادب کے تمام قارئین سے مبہم نہیں۔کیونکہ یہ کسی عام شاعر کا کلام نہیں بلکہ کلاسیکی اردو شاعری کا ایک درخشندہ ستارہ تھے۔ جن کی جگمگاہٹ پورے اردو ادب پر عیاں ہے۔ اس کے بعد انھوں نے موجودہ نسخے کی تصحیح و ترتیب میں تقریباً گیارہ نسخوں سے استفادہ کیا ہے جن کی تفصیل بھی انھوں نے دی ہے مگر دیکھنا یہ ہے کہ وہ دورانِ تدوین ان سے کس حد تک مستفیض ہو سکے ہیں یا نہیں۔ کیونکہ باقی تمام نسخوں کا حوالہ باقاعدہ نام کے ساتھ کم ملتا ہے۔ اس کی جگہ یہ لکھا ہے کہ مختلف نسخوں میں پایا گیا ہے یا اکثر نسخوں میں ملتا ہے، وغیرہ۔حالانکہ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ تحقیق کے تقاضوں کو نبھاتے ہوئے ان تمام مدونین کا مکمل حوالہ دیتے تاکہ بات واضح ہو جاتی کیونکہ تحقیق کی زبان میں حقائق کو زیادہ اہمیت حاصل ہے اگر تحقیق کے صحیح اصول اپنائے جائیں تو مدون یا محقق پر فرض عائد ہو جاتا ہے کہ وہ تمام مدونین کے نام سے تصحیح کی وضاحت کریں۔

دیوانِ درد کو مرتب کرتے وقت مدون نے جہاں ضرورت محسوس کی وہاں مشکل الفاظ کی وضاحت بھی کر دی ہے اور ساتھ ساتھ شعری تبدیلیوں کی بھی وضاحت کی ہے۔ مثلاً خلیل الرحمن کے مطابق:

ے مدرسہ یا دیر تھا یا کعبہ یا بت خانہ تھا
ہم سبھی مہماں تھے واں تو ہی صاحب خانہ تھا

بقول مدون دوسرا مصرع دیوانِ درد مطبوعہ نظامی پریس بدایونی میں دوسرا اس طرح ہے:

ع ہم سبھی مہماں تھے یاں، ایک تو ہی صاحب خانہ تھا (۵)

اس کے علاوہ بھی بے شمار ایسی مثالیں ہیں جہاں لفظی اختلاف زیادہ تر نسخہ بدایونی سے موازنہ کیا گیا ہے۔ ایک پوری غزل جس کا مطلع ہے:

ے اس کو سکھلائی یہ جفا تو نہیں
کیا کیا اے مری وفا تو نہیں

یہ غزل اکثر نسخوں میں ردیف 'ی' میں پائی جاتی ہے۔ صرف نسخہ بدایونی میں ردیف نون میں ہے۔ (۶)

اس پوری غزل کے حوالے سے مدون پاورقی حواشی میں نسخہ بدایونی کے باقی نسخوں کی وضاحت نہیں کی جوکہ میرے نزدیک ان کے ہاں بطور مدون ایک خامی ہے۔ کیونکہ اگر وضاحت کر دی جاتی تو بات سمجھنے میں آسانی رہتی کہ مزید کن کن مدونین کے ہاں یہ اختلاف پایا جاتا ہے۔ اسی طرح کی ایک اور مثال ملاحظہ ہو۔

ع نہ ملا ہمیں کوئی نکتہ داں تو سناویں بیت بھلا کہاں

پاورقی حواشی میں مدون لکھتے ہیں ؎

"اکثر نسخوں میں" تو یہ بہت سناویں بھلا کہاں"ہے۔" (۷)

اس طرح کی بہت سی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں جس سے بطور مدون خلیل الرحمن داؤدی اپنی ذمہ داری نبھانے کی بجائے بہت سی جگہوں پر تحقیق کے اصولوں سے انحراف کرتے دِکھائی دیتے ہیں مگر اس کے باوجود ان کی محنت اور کام اپنی جگہ اہم ہے۔ پھر بھی اگر تحقیق و تدوین کے اصول و ضوابط کو پیش نظر رکھا جائے تو ان کی یہ کاوش مزید تحقیقی وضاحت کی متقاضی ہے۔

حواشی:

(۱) ش۔اختر، *تحقیق کے طریق کار*، رانچی سنٹر فار سائنٹفک اسٹڈیز اینڈ کلچر، س۔ن، ص147
(۲) رشید حسن خان، *ادبی تحقیق، مسائل اور تجزیہ*، علی گڑھ، ایجوکیشنل بک ہاؤس، 1978ء، ص89
(۳) ایضاً۔ ص 90
(۴) خلیل الرحمن داؤدی مرتبہ، *دیوانِ درد*، لاہور، مجلس ترقی ادب، طبع دوم، 1988ء، ص111
(۵) ایضاً، ص 114
(۶) ایضاً، ص 168
(۷) ایضاً، ص 176